بسلسلہ تصنیفات ادارۃ التبلیغ لکھنؤ

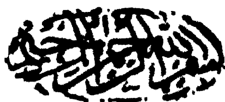
فریب خیال

مصنفہ
سرکار حکیم الامت علامہ ہندی مدظلہ العالی

باہتمام سید اختر حسین ردولوی منیجر

ماہ دسمبر ۱۹۳۹ء

سرفراز قومی پریس لکھنؤ میں چھپا



شیعہ اور خلافت

دیباچہ

شیعہ اپنے کو حقیقی مسلمان، سچا مومن، اور قرآن مجید کا پیرو رسول خدا کا اصلی پرستار سمجھتے ہیں، اور اس دعوے پر اُن کی دلیل یہ ہے کہ شیعہ اور جملہ فرق اسلامی کا جب خلافت امیر المومنین پر اتفاق ہو گیا تو اب کوئی جھگڑا نہیں رہتا پچھلی تین خلافتوں میں جو نزاع و اختلاف ہو سب کا خاتمہ خلافت امیر المومنین قبول کر لینے کے بعد ہو جاتا ہے۔

لہذا قرآن مجید سیرت رسول و احادیث رسول کو اُسی خلیفہ برحق سے اور انھیں کی اولاد سے لینا چاہیئے، اور زندگی کے ہر شعبہ کا اساس انھیں تعلیمات رسول کو قرار دینا چاہیے جو علی

وآل علیؑ کی مصدقہ ہوں، جو تین خلافتوں کے بعد بلا اختلاف مرکزیت حاصل کر چکی۔ اب اختلاف کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی، لیکن بدقسمتی سے اُس مرکزیت کو ناصبیت وخارجیت نے قائم نہ رہنے دیا، اور مسلمانوں کو دھوکا دہی سے پھر اختلاف وتفرقہ میں ڈال دیا۔

شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ خدائی وحیاں جو رسول کی حدیث کی صورت میں تھیں وہ بجز علیؑ وآل علیؑ دوسروں کے پاس نہیں ہیں۔

الف۔ اس لئے کہ رسول کے پاس ہر وقت رہنے والے انکے سوا کون لوگ تھے۔

یہ رسولؐ کے گھر والے تھے، رسولؐ کے ہر فعل وعمل کو دوسروں سے زاید جانتے تھے۔

ب۔ جناب عمر کا رسول کی زندگی میں یہ کہکر "ہم کو خدا کی کتاب کافی ہے" رسولی ارشادات کو ٹھکرا چکے تھے، اور اُن کے احادیث سے بے نیاز ہو چکے تھے۔ خلیفہ ابوبکر رسولؐ کی پانچسو حدیثیں جلا چکے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ)

اور خلیفہ عمر نے تو رسول کی تمام حدیثیں جلوا دی تھیں (طبقات ابن سعد)

اور ابن مسعود اور ابوداؤد اصحابیوں کو اس جرم میں قید کر دیا تھا کہ وہ رسولؐ کی حدیثیں زاید بیان کرتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ) اور تمام

حکام و عمال کو سخت ترین حکم تھا کہ رسولؐ کی کوئی حدیث نہ بیان کرنے پاوے اور نہ تفسیر قرآن مجید بیان ہونے پاوے (تاریخ طبری)
مذکورہ شہادتوں سے احادیث رسولؐ کو پہلی ہی دو خلافتوں نے خاتمہ کر دیا تھا۔ لہذا خلافت پرستوں کے پاس جو رسول کی حدیثیں ہیں، خواہ مخواہ بعد کی گڑھی ہوئی ہوں گی اور جن کے خلیفہ کو احادیث نبوی کی ضرورت نہ تھی اُن کے پیروؤں کو عمل با حدیث کب جائز ہوگا۔
لہذا رسولؐ کی صحیح حدیثیں جو بھی پا سکتا ہے وہ علی و آل علی ہی سے۔

اس لئے شیعہ بجز علی و آل علیؑ و شاگردوں کے کسی دوسرے سے احادیث رسول نہیں لیتے، اور دوسروں کے دین اسلام کو خود ساختہ سمجھتے ہیں۔

رسولؐ و آل رسول سے اُس گروہ کو کیا لگاؤ رہ سکتا ہے جو رسول کی بات سننے پر تیار نہ ہوں، بلکہ ارشادات رسول کو دنیا سے مٹانے پر تلے ہوئے ہوں۔

اس لئے شیعہ مذہب کے سمجھنے کے لئے ضرورت ہے کہ مسئلہ امامت و خلافت کو سمجھا جاوے، کیونکہ اساس و بنیاد مذہب شیعہ کی امامت ہی پر ہے۔

وباللہ التوفیق حکیم الامۃ علامہ ہندی

(۱)

کہا جاتا ہے کہ رسولخدا نے فرمایا ہے "اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم" (میرے کل اصحاب ستاروں کے مانند ہیں جس کی چاہے پیروی کرو، ہدایت پاؤ گے) دوسری حدیث "اصحابی کلھم عدول" میرے کل اصحاب عادل ہیں۔

شیعہ دونوں حدیثوں کو غلط سمجھتے ہیں، اور انھیں نواصب و خوارج کی پیداوار سمجھتے ہیں جو علی بن ابی طالب کی مرکزیت کو توڑنا چاہتے تھے۔ دونوں احادخبروں کی سندیں دیکھنے سے ہماری تائید ہوتی ہے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ

الف۔ مذکورہ حدیثیں علی وآل علی سے مروی نہیں ہیں جو خلوت وجلوت میں رسولخدا کے پاس رہے، انھوں نے ایسی اہم شئے کو کیوں نہ سنا، اور کیوں لوگوں سے چھپایا!

بیشک کہا جا سکتا ہے کہ اولاد رسول نے اپنی فوقیت واقتدار صحابہ پر قایم رکھنے کی وجہ سے ایسی حدیثیں چھپائیں۔ لیکن یہ شبہ دور ہو جاتا ہے جب امانت، دیانت، صداقت، عدالت کو اولاد رسول کی جانچ لیا جاوے۔ ان کا اعلیٰ کیرکٹر خود اس الزام کو ہٹا کر مذکورہ حدیثوں کو صحابہ پرستوں کی گڑھنت قرار دے گا۔

ب۔ رسول ہرگز ایسی تعلیم نہیں دے سکتے جو اسلام کی مرکزیت

تاکہ مسلمانوں کو منتشر و پراگندہ کردے۔

ج۔ خود رسولِ خدا نے بار بار صحابہ سے فرمایا ہے کہ میرے بعد تم گمراہ و مرتد ہو جاؤ گے، اور فتنہ و فساد برپا کرو گے۔ تمام اسلامی مستند تاریخیں ان فتنہ و فساد کے واقعات سے بھری پڑی ہیں جو بعد رسول اصحاب کے ہاتھوں ہوئے۔ (کتاب الاحداث مابعد)

ایسی صورت میں رسولِ خدا جملہ اصحاب کو کب عادل کہہ سکتے تھے اور نہ فتنہ پردازوں کی پیروی کا حکم دے سکتے تھے جس کو قرآن نے قتل سے شدید تر بتایا ہے۔

د۔ جملہ متکلمین و محدثین کو اقرار ہے کہ اصحاب میں کثرت سے منافق شامل تھے، بخصوص فتح مکہ کے بعد۔ قرآن مجید نے بھی کثرت سے ان منافقوں کی مذمت کی ہے۔ رسولِ خدا کی بکثرت حدیثیں منافقوں کی مذمت میں موجود ہیں۔

حذیفہ یمانی کو منافقوں کی فہرست بھی عطا فرمائی تھی۔ اس کے باوجود رسولؐ ایسا فرمان کب دے سکتے تھے۔

ہ۔ تمام اصحاب میں کب یکسانیت تھی۔ حدیثوں کی کتابیں دیکھ لو کسی صحابی سے کچھ مروی ہے، دوسرے سے اس کا خلاف مروی ہے اس صورت میں کب ممکن ہے کہ ہر صحابی کی پیروی موجب ہدایت ہو۔ اختلاف میں ایک گمراہ دوسرا حق پر ہوگا۔

و۔ تاریخ و سیر کی جامع سے اور خود اصحاب پرستوں کے عمل

سے واضح ہے کہ سب صحابہ یکساں نہ تھے، اُن میں فاضل و مفضول بھی تھے، پھر یہ سوچو سب کو ایک لکڑی کیسے ہانک سکتے تھے۔

وجوہ مذکورہ سے شیعہ ایسی حدیثیں قبول نہیں کرتے، اور بعد وفات رسولؐ پیروی کا وہ معیار قرار دیتے ہیں جو قرآن مجید اور بخبر احادیث صحیحہ اور عقل کے مطابق ہو۔

امامت کیا ہے وہ درجہ رفیعہ انسانیت کا ہے، اور کمال انسانیت ہے جس کے لئے خدا نے ہر قوم پر انبیاء و مرسلین کو انسان کامل بنا کر بھیجا تاکہ مخلوق کو صحیح انسانیت کی تعلیم دیں۔ انکے سوا نبوت کی کوئی غرض ہی نہ تھی۔ پھر رسولؐ کا قایم مقام و جانشین، امت کا رہبر وہی ہو سکتا ہے جو نبوت کی غرض پوری کرنے کی اہلیت رکھتا ہو، اور خود بھی اعلیٰ نمونہ انسانیت کاملہ کا ہو۔

اس لئے ورق گردانی تاریخ اسلام کی کرو، اور انصاف سے دیکھو علی و آل علیؑ کے سوا امت کی کسی فرد کو، صحابی ہو یا تابعی ایسا نہ پاؤگے جو صفات میں انبیاء کی تصویر رہو، اور انسانیت میں درجہ کاملہ رکھتا ہو۔

شیعہ مذہب میں ہر انسان کو مظہر امامت ہونا چاہیئے، اور یہ ممکن نہیں ہے جب تک اس کے جملہ اعمال و اقوال و افعال و معتقدات اماموں کی سیرت پر نہ ڈھل جاویں، اور امامت کو مظہر ذات رسالت و تصویر رسالت ہونا چاہیئے۔ اور رسالت و نبوت کو

مظہر صفات الٰہیہ ہونا چاہیئے۔

اس لئے شیعوں کا کوئی عمل، عبادت، طاعت، و اعتقاد صحیح نہیں ہے، جب تک وہ معیار امامت پر پورا نہ اترے، اور ان کی امامت و خلافت صحیح نہیں ہے، جب تک وہ معیار نبوت و رسالت پر نہ ہو فرق اصل و نقل کا ہوتا ہے، اور فاضل و مفضول کا نبوت اصل و افضل ہے۔ امامت فرع و مفضول۔ اسی طرح سے خلافت و امامت اصل ثانی ہے، اور افضل ہے، تمام امت سے اور صحیح انسانیت مومنوں کی فرع اور مفضول ہے امامت سے۔

وہ امام و خلیفہ نہیں ہو سکتا جس کا قول و عمل خلاف قول و عمل امام ہو۔

مدعیان اسلام جس طرح سے صورتی ادعائی مسلمان کہلاتے ہیں، مخالفت قرآن و حدیث کی وجہ سے اُسی طرح سے صورتی اور ادعائی شیعہ بھی ہیں، جن کے اعمال و اقوال سیرت ائمہ کے خلاف ہوں۔

اسی لئے قرآن مجید نے اُن عربوں کو روکا ہے جو اپنے کو مومن کہتے تھے، اور کہا "یہ کہو کہ ہم اسلام لائے یہ نہ کہو کہ ہم ایمان لائے جبتک تمہارے دلوں میں ایمان گھر نہ کر لے"

شیعہ اپنے اس خیال میں اٹل ہیں، اور غیر متزلزل ہیں، اور علی و آل علیؑ میں گیارہ اماموں کو امام برحق و خلیفہ مطلق قرار

دستے ہیں۔

(۲)

اگر مذکورہ دونوں حدیثیں صحیح مان لیجاویں تب کیا شیعوں نے انتخاب خلافت میں غلطی نہیں کی ہے علی مرتضیٰؑ، حسن مجتبیٰؑ، امام حسینؑ بلا شبہ صحابی رسولؐ تھے۔ گوشت و پوست رسولؐ اولاد رسولؐ تھے، رسولؐ کی گود کے پالے تھے۔ علی مرتضیٰؑ برادر رسولؐ داماد رسولؐ، شاگرد رسولؐ تھے۔

ہم نے انھیں کی پیروی کی اور احادیث مذکورہ کی وجہ سے ہدایت یافتہ ہو گئے۔ اجماع و شوریٰ، قہر و غلبہ ہرگز دستگیری نہیں کر سکتا (دیکھو ہماری کتاب' اسلام و جمہوریت)

اگر مذکورہ حدیثیں صحیح ہیں تو حدیث کی مخالفت پر اجماع و شوریٰ کرنا رسولؐ کی مخالفت پر اجماع کرنا ہے۔ رسولؐ کی مرضی کی مخالفت اور ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔

پھر بھی شیعوں کے انتخاب کی صحت ماننا ہی پڑی، اور بالآخر علی مرتضیٰ پر اجماع ناگزیر ہوا۔ اگرچہ کچھ دیر بعد علیؑ کی مرکزیت قایم ہوئی، اور آج تک قایم ہے مسلمانوں کا ہر فرقہ خلیفہ مانتا ہے۔ کیا کہا جاوے اس گروہ کو جس نے اس مرکزیت کو توڑا اور امت رسولؐ کو پراگندہ و منتشر کیا، اسلام پر ایسی کاری ضرب لگائی، جو ناقابل عفو جرم ہے۔

طرفداران خلافت خطائے اجتہادی کو مگر جس قدر چاہیں
حمایت کریں خطا تو خطا ہی رہے گی۔
علی مرتضیٰ نے امام حسن کو خلیفہ بنایا، شیعوں نے دوسرے
صحابی کی اقتدا کی، جب ان کو مجبور کر کے خانہ نشین کیا گیا تب بھی
ان کی معیاری خلافت پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ ان کی امامت
روحانیہ کسی کے چھین لینے سے نہیں چھن سکتی۔
اگر ایسا ہی موقع کسی یہودی نصرانی کے ہاتھ سے ہوتا جو ان
نا مسلمانوں کے ہاتھوں ہوا، تو کیا وہ خلیفہ رسولؐ و امام بن جاتے؟
ہرگز نہیں۔ رسولخدا کی صلح حدیبیہ سے کیا رسول رسول نہ رہے
تھے۔ کیا رسالت ان کفار کی طرف منتقل ہو گئی تھی۔ پھر امام کی اس
تقریر کو دیکھو جو بوقت دست کشی منبر پر فرمائی، اور اپنی مجبوری اس
گروہ کی ضلالت و گمراہی کا صاف الفاظ میں اعلان فرمایا، دیکھو
تاریخہائے اسلام
شیعوں کے لئے "صحابی کالنجوم" نے راستہ کھول دیا اور
امام حسنؑ کے بعد امام حسینؑ کو خلیفہ و امام مانتے رہے، اور ان کی پیروی
میں اپنے لئے نجات و ہدایت سمجھی، اور ہرگز کوئی غلطی نہیں کی۔
شیعوں کا اس معیاری خلافت پر غیر متزلزل اعتقاد رہے
اور ثبوت امامت پر وہ قرآن حدیث عقل کی بیشمار دلیلیں پیش کرتے
ہیں، چند دلیلیں حسب ذیل ہیں۔

(۳)

پہلی دلیل

قرآن مجید نے بذریعہ آیہ مودۃ فی القربیٰ کی محبت کو اجر رسالت
قرار دے کر واجب وجزو ایمان قرار دیا ہے۔ ذوی القربیٰ میں
ابوجہل، ابولہب، عبدالمطلب، نبی اب، جو محبت فرض کی گئی ہے،
اگر وہ حیوانی محبت ہوتی تو خدا کو قرآن میں اس کے فرض کرنے کی ضرورت
نہ تھی۔ ظاہر ہے کہ جو محبت فرض کی گئی ہے عقلائی ہے، اور جزو ایمان
ہے۔ سالے سسرے بیاں سببی رشتہ داریاں ہیں جو طلاق وغیرہ
سے ٹوٹ جاتی ہیں، اور ان کا شمار نسبی قرابتوں کے بعد ہوتا ہے
ان نسبی قرابت داریوں میں عقلائی محبت یہ ہے کہ محبوب کے احکام
کی پیروی کرے۔ اُن کی نافرمانی سے بچے، اور اطاعت کو فرض سمجھے
اسکے علاوہ محبت اور کیا ہے۔

اسکو رسولِ خدا نے بار بار نام لے لیکر بیان فرمایا ہے
حدیثیں بھری پڑی ہیں، اصحاب و تابعین نے اقرار کیا ہے۔ پھر وہ
پیروی جو جزو ایمان ہو امیرالمومنین کی امامت کی بین دلیل ہے

دوسری دلیل

افضل ترین عبادت یعنی نماز جب تک صحیح نہیں ہوتی کہ

آل رسولؐ پر صلوات نہ بھیجی جاوے۔ جملہ اصحاب و تابعین و خلفاء نے اسی طرح سے نمازیں پڑھی ہیں۔ اور آج بھی جملہ مسلمان کسی فرقے کے ہوں اسی طرح سے نماز بجا لاتے ہیں۔

اگر مسلمان اسی طرح سے نماز پڑھتے ہیں جس طرح سے خود رسالت پناہ نے پڑھی تھی۔ تو بیشک رسولخدا بھی اپنی ہر نماز میں اپنی آل پر ضرور صلوات بھیجتے تھے۔ اس سے زاید آل رسولؐ کی اور کیا فضیلت ہو گی جو جزو عبادت ہونے کی وجہ سے جزو ایمان ہے اور یہ افضلیت اُن کی خلافت و جانشینی رسول کا بہتر حقدار بناتی ہے۔

تیسری دلیل

اگر رسولخدا پر حکم خدا کی پابندی فرض ہے۔ اگر ایفائے عہد رسولؐ پر فرض ہے تو رسولخدا اور علی مرتضیٰ میں صغر سنی میں معاہدہ ہو چکا تھا کہ علی مرتضیٰ حضرت رسولؐ کے وصی و جانشین ہوں گے۔ اس معاہدے کی شکل یہ ہے کہ جس کو تمام مورخین و محدثین نے متفقہ طور پر لکھا ہے۔

رسولخدا کو خدا کا حکم ہوا ہے وانذر عشیرتک الاقربین واخفض جناحک من اتبعک من المومنین۔ اپنے قبیلے کو بلا کر دعوت دیجئے، اور جو آپ کی پیروی کرے، اور ایمان لاوے اُس کے سامنے جُھک جائیے۔ رسولخدا نے اپنے قرابت داروں کو

جمع کیا اور تین مرتبہ مجمع قریش سے خطاب فرمایا، جس نے میرا ساتھ دیا اور جو میرا قرض ادا کرے، میرے وعدوں کو پورا کرے، تبلیغ اسلام میں میرا ساتھ دے، وہی میرا وصی اور وزیر و خلیفہ ہوگا۔ کسی نے جواب نہ دیا، تین مرتبہ علی مرتضیٰؑ نے مجمع قریش میں کھڑے ہو کر ہر بات کا وعدہ کیا۔

دیکھو جملہ اسلامی تاریخوں کو۔ اس ابدی عہد کو بجز علی ابن ابیطالبؑ کس نے پورا کیا، کس نے رسول کے قرضوں کو ادا کیا، کس نے رسول کے وعدوں کو پورا کیا۔ اور کس نے رسولؐ کی پیروی کی۔ کس نے تبلیغ اسلام میں رسولؐ خدا کا مثل علیؑ ساتھ دیا۔

علی مرتضیٰؑ نے تو عہد پورا کیا۔ کیا رسولؐ کا فرض نہیں ہے کہ اپنا عہد پورا کریں۔ بیشک انھوں نے بھی اپنا عہد پورا کیا، اور اپنا وزیر و جانشین بنا دیا۔

خوب سمجھ لو، خدا کا حکم عشیرہ و قرابت داروں کو دعوت کا تھا۔ دعوتوں کا دن بھی معین تھا، اسی روز معاہدے کی تکمیل ہوئی خلفائے ثلاثہ کا اس دعوت میں وجود بھی نہ تھا، نہ وہ عشیرہ اور قرابت داران رسولؐ سے تھے، نہ اس روز بجز علی مرتضیٰؑ کوئی ایمان لایا، نہ رسولؐ نے جن شرطوں کے ساتھ وعدہ کیا تھا ان شرائط کو خلفاء نے پورا کیا۔ پھر خلیفہ و وزیر رسولؐ کا کوئی بھی کس استحقاق سے بن سکتا ہے۔

چوتھی دلیل

تمام اسلامی فرقوں نے علی مرتضیٰ کو رسولِ خدا کا خلیفہ برحق مان لیا ہے۔ بڑا اختلاف بجز خوارج و نواصب کے۔ اختلاف ہے تو خلافت بلا فصل میں جو علی مرتضیٰ کے استحقاقِ خلافت و قابلیت کی مسلمہ و غیر متنزلزل دلیل ہے۔

اب آؤ دیکھیے رسولؐ کی حدیثوں اور قرآنی آیتوں کو جو ایک طرف شانِ علی و آلِ علیؑ میں وارد ہوئی ہیں۔ دوسری طرف (بقول حامیانِ صحابہ) اُن حدیثوں اور قرآنی آیتوں کو جو شانِ خلفاء صحابہ میں کہی جاتی ہیں۔ اُن کے موازنہ اور مقابلے سے ٹھیک فیصلہ ہوجاوے گا کہ کون ان میں سے افضل تھا۔

پھر کیسی زبردستی ہے کہ افضل کو چھوڑ کر جو مسلمہ خلیفۂ رسولؐ ہو دوسرے کو خلیفہ بناویں۔ اسی طرح سے سیرتِ علی و سیرتِ جملہ صحابہ اور زندگی کے ہر شعبہ میں موازنہ کرو جو بہترین صفات کا حامل ہو اُس کو منصبِ خلافت کب چھوڑ سکتا ہے۔

پانچویں دلیل

ہر ریفارمر و مصلح کو ایسا ہونا چاہیے جو اپنے اوپر خود بھروسہ رکھتا ہو، مذبذب نہ ہو۔ قائد و زعیم کے لئے یہ لازمی شرط ہے۔

تاریخ اسلام شاہد ہے کہ خلفاء میں سے کسی نے کہا "مجھ کو چھوڑ دو جب کہ تم میں علیؑ موجود ہیں" کسی نے کہا "ہر وقت مجھ پر ایک شیطان مسلط رہتا ہے۔ جب مجھکو کبھی پر دیکھو سیدھا کر لیا کرو" کسی نے بار بار کہا کہ "علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا" کبھی خدا سے دعائیں مانگتے "علیؑ کے بعد مجھکو باقی نہ رکھنا" کبھی خدا سے پناہ مانگتے "اُن مشکلوں کے وقت جنکے حل کے لئے علیؑ موجود نہ ہوں"۔

اب بتاؤ بقاعدہ سابقہ کیا کوئی ایسے مذبذب لوگوں کو قابل رہبر زعیم کیا مانا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

چھٹی دلیل

قرآن مجید، توریت و انجیل کا ناطق فیصلہ ہے کہ سلف سے ہر نبی نے خود اپنا وصی و جانشین مقرر کیا ہے۔ قوم کے مشورے و انتخاب سے عمل میں نہیں آیا۔ خاتم النبیین کو کس بات کی سزا مل رہی ہے کہ اُن سے یہ حق چھین لیا جاوے، اور امت کو یہ حق دیدیا جاوے۔ کسی حکم مذہبی میں رسول نے امت سے پوچھا بھی نہیں کی۔

مذہب اگر خدائی ہے تو خدا ہی اپنے رسول کو ہر مذہبی بات کا حکم دیتا ہے، اور رسولؐ امت کو پہونچاتا ہے۔

خلافت رسول ایسی اہم چیز جس کے طے کرنے کو سقیفہ کی

وصلہ صوب ہو، اور غسل ودفن وکفن رسولؐ پر مقدم ہو۔ ایسی اہم شے کو رسولؐ امت پر چھوڑ جاویں۔ یہ رسولؐ کی کمزوری وناعاقبت اندیشی ہے کہ نہیں۔

تاریخوں، حدیثوں کے دیکھنے سے قطعی فیصلہ ہوتا ہے کہ رسولخدا نے انتہائی اہتمام وکوشش سے بعد کے لئے مکمل انتظام کر دیا تھا، اور خود اپنا جانشین مقرر کر گئے تھے۔ اگر تاریخ وحدیث کی یہ گزشتہ شہادتیں ناکافی ہیں تو اسلام کا کوئی واقعہ بھی تاریخ سے ثابت نہ ہو سکے گا، اور تاریخ اسلام ناکمل وناقص و بے ربط و غلط ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ اسلام کا کوئی واقعہ اتنی کثیر شہادتیں نہیں رکھتا جتنا مسئلہ خلافت۔

ساتویں دلیل

تمدن وسیاسیات عالم کا اتفاق ہے کہ وہ پارٹی جو حصول مقصد میں جد وجہد کرے اور کسی ایثار وقربانی سے دریغ نہ کرے اُسی پارٹی کو استحقاق ہے کہ کامیابی وحصول مقصد کے بعد کا پورا تعمیری پروگرام چلا وے جس نے طاقت حاصل کی ہو وہی صحیح طور پر اُس طاقت کو بھی استعمال کر سکتا ہے۔

اگر دوسرے اشخاص کو بااختیار جگہوں میں مقرر کر دیا جائیگا جنہوں نے طاقت حاصل کرنے میں کوئی زحمت گوارا نہیں کی تو

اُن کے اندر نہ طاقت ہوگی نہ اعتبار کے قابل ہوں گے، اور نہ وہ بلند نظری ہوگی جو انقلابی تحریک کے لئے بیحد ضروری ہے۔

تاریخ اسلام سامنے رکھ لو، اور اصول مذکورہ کی جانچ کر کے فیصلہ کر لو۔ رسولخدا کی زندگی اور بعد وفات کس پارٹی نے اسلام کے لئے جد وجہد وایثار وقربانی کی، اصحاب نے یا اولاد نے، اور کون پارٹی قابل اعتماد ہے جس کے ہاتھ میں بعد رسول اسلام کا تعمیری پروگرام دیدیا جاوے۔ تاریخی شہادتیں صاف فیصلہ علی وآل علیؑ کے حق میں کریگی۔

آٹھویں دلیل

تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے والے صحیح فیصلہ کر سکتے ہیں کہ حصول مقصد میں رسولخداؐ کے دوش بدوش جس طرح سے رسولخدا نے جد وجہد کی اسی عنوان سے علی وآل علیؑ نے کی۔

تاریخ میں کتنا ہی بناوٹ سے کام لو، خلاف ثابت نہیں ہوسکتا۔ دوسروں کی کاوشیں اُن لائنوں پر جن لائنوں پر رسولخداؐ کام کر گئے تھے، ہرگز نہ تھیں تاریخ موجود ہے۔ پھر کیسی بے انصافی ہوگی اگر بعد رسولخداؐ اُن کا جانشین علی مرتضیٰؑ کو نہ مانا جاوے

نویں دلیل

خود رسولِ خدا نے معاشرتی، اقتصادی، ملکی، سیاسی، تبلیغی، جو خدمات علی مرتضیٰ کے سپرد کئے تاریخ اسلام اس کا پتہ دیتی ہے کہ من حیث المجموع کسی صحابی سے ان خدمات کا تعلق نہیں کیا اور ان خدمات کل سے کل عہد رسولؐ میں علی ہی نے انجام دئے اور رسولِ خداؐ نے اپنے قول و فعل سے بار بار یہی ثابت کیا کہ علی ہی مستحق ہیں کہ جنگ کے بعد کا پروگرام انھیں کے ہاتھ میں رہے۔

دسویں دلیل

تاریخ عالم ثابت کرتی ہے، جس پارٹی نے طاقت حاصل کی ہے اسی نے تعمیری کام شروع کیا ہے۔ رسولِ خدا نے طاقت حاصل کی۔ انھوں نے علی مرتضیٰ کی شرکت سے کام شروع کیا۔ کام ختم نہ ہونے پایا تھا کہ وفات ہوئی۔ خلافت و وزارت کی کسی نبی کو ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اگر نبی اپنی زندگی میں کارِ نبوتی تمام کر جائے قوم کو نبوتی راستے پر چلانا ہو تو کام وصی و خلیفہ کا ہے۔

لہٰذا رسولؐ کا شریک کار، فوج رسولؐ کا جنرل، ان کے

مشن کا چلانے والا علی مرتضیٰ تھے، ان کے سوا کسی دوسرے کو کیا حق ہے کہ تعمیر اسلامی کا کام شروع کرے۔

اسلام نہ ملک گیری کے لئے آیا تھا نہ ملک گیری اسلامی تعمیر ہے، وہ تہذیب نفس، تکمیل انسانیت کے لئے آیا تھا، روحانی ترقی، تعلیم و تربیت اُس کا مقصد تھا۔ تاریخ اسلام خود فیصلہ کرے گی کہ عہد رسولؐ اور بعد وفات رسولؐ کس نے اس پروگرام کو پورا کیا۔

گیارھویں دلیل

تمام پارلیمنٹری حکومتوں میں ہمیشہ یہی ہوا ہے کہ قوم پروروں بنی نوع انسان کے ہمدردوں اور غیر قوم پروروں میں تفریق و امتیاز کو قایم رکھتے ہیں، برابر جدو جہد کرتے رہتے ہیں۔ یہ وہ حق ہے جس کو کسی قوم نے ہو بھی آزاد و سمجھدار ہے، بڑی سے بڑی قربانی کے بعد بھی ہاتھ سے نہیں دیا ہے،

اور یہ بات انسانی مساوات کے بھی خلاف نہیں ہے۔ تاریخوں کو غور سے دیکھو، رسول خدا اور علی مرتضیٰؑ اور اُن کی اولاد قوم پرور اور ہمدرد نوع انسان کہے جانے کی مستحق ہے یا اُن کا غیر۔ ہر دو گروہ کی صحیح تاریخ کی روشنی میں حالات زندگی پڑھنے سے معلوم ہوگا۔ رسولؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی اُن کے بعد کی حکومتیں

ایسی نہ رہیں جو قوم پرور اور بنی نوع انسان کی ہمدرد ہوتیں۔

پھر اُس وقت کے قانون مروجہ اور قانون ساز جماعتوں کی قابلیتیں دیکھو، اور ان کا بے لاگ موازنہ اُن قوانین سے کرو جو علی و آل علیؑ نے بنائے، قرآنی روشنی میں، پھر دونوں جماعتوں کی قابلیتوں کو دیکھو تب منصفانہ فیصلہ کرسکوگے کہ قوم پروری اور انسانی ہمدردی کا مکمل نمونہ کس گروہ میں تھا۔

جب دونوں گروہوں اور اُن کے قوانین کا موازنہ کروگے تب صاف معلوم ہوگا کہ مثل رسولؐ علی مرتضیٰ اور اُن کی اولاد ہمدرد نوع انسانی تھی۔

اگر کشت وکشتار اور زمانے کی سخت ترین گرفت میں بھی علی و آل علیؑ قوم پروری و ہمدردی نوع انسان پر اس طرح سے اڑے رہے کہ ایک تاریخ دان مبہوت ہوجاتا ہے۔ دوستوں کا کیا ذکر دشمن و قاتل بھی اُن کی ہمدردیوں سے محروم نہیں رہے۔ لہذا بلا تعصب عقلی فیصلہ یہی ہے کہ علی و آل علیؑ کو غیروں پر امتیاز و فضیلت ہو اور قوم کی تعمیر انھیں ہاتھوں میں دی جائے۔

بارھویں دلیل

اخلاق، نفسیات، حیاتیات، اور فزیکل خواص یک وراثت

سے حاصل ہوتے ہیں۔ یہ لازمی نہیں ہے کہ اُس نسل کے تمام افراد
کل صفات نسلی کے مکمل حامل ہوں۔

وہ نسلی صفات کسی میں ظاہر و جلی ہوتے ہیں، کسی میں مخفی
کسی میں کامل کسی میں ناقص۔

وہ سلسلہ نبوتی و رسالتی جو حضرت آدم سے حضرت علی مرتضیٰ
تک چلا آیا ہے، تاریخیں دیکھ لو، توریت و قرآن مجید کی ورق گردانی کر ڈالو
معلوم ہوگا کہ سلسلہ نبوت و رسالت ایک قوم اور ایک نسب میں رہا
ہے۔ لہذا خصائص نسلی جملہ انبیا و اوصیا میں وراثتاً جلی و خفی ملیں گے،
اور ہر نبی و وصی ایک دوسرے کا مظہر ہوگا۔

اسی کو قرآن مجید نے کہیں " لا نفرق بین احد منھم "
سے واضح کیا ہے، اور کہیں پر رسولخدا کی زبانی " و قفینا علی آثارھم "
سے سب کی یکساں ساخت، یکساں تعلیم کا اظہار کیا ہے۔ اور اسی کو
رسولخدا نے علی مرتضیٰ اور اپنی اولاد کے بارے میں فرمایا ہے۔ مختلف
پیرایوں میں کبھی فرمایا " علی میرا نفس ہے "۔ " حسین مجھ سے ہے اور
میں حسین سے ہوں " اور کبھی فرمایا۔ " ہم میں کا پہلا محمد ہے، اور
وسطی محمد ہے، اور آخری محمد ہے، اور ہمارے سب محمد ہیں۔ "

معلوم ہوا رسولخدا اور اُن کی اولاد وارث اخلاق و خصائص
نبوتی و رسالتی تھے، اور اپنے خاندانی و نسلی خصوصیات کے مظہر اتم
تھے، اسی طرح سے قومی تعمیر کے اصول سے واقف تھے، جیسے

انبیاءؑ جس کی وجہ سے وہی اسلامی پالیسی کا خاکہ بنا سکتے تھے۔ بے تعصبی کے ساتھ تاریخ انبیاء کی روشنی میں حالات کی ائمہ معصومین کی جانچ کرو سیرت میں، تعلیم میں، تبلیغ میں، ذرہ برابر فرق نہ پاؤگے۔

تیرھویں دلیل

قانون مروجہ عرب اٹھا کر دیکھو، شیخ قبیلہ ہمیشہ قبیلہ کی ایک فرد ہوتا تھا جو اپنے قبیلے کی نسلی خصوصیات و قومی ضروریات سے واقف ہوتا تھا۔ رسولخداؐ نے جہالت کے مروجہ قوانین میں بیشک ترمیم و تنسیخ کی، لیکن تاریخ نہیں پتہ دیتی کہ اس عربی قانون میں کوئی ترمیم و تنسیخ کی ہو۔

خود رسولخداؐ کے خاندان میں سیادت و ریاست اسی قانون عرب کے ماتحت رہی۔ متولی خانہ کعبہ قاضی عرب کا، فوجی سپہ سالار، یہ تمام عہدے انھیں کے خاندان سے مخصوص تھے۔

حضرت موسیٰ نے اپنی فوجی تنظیم بھی اسی طرح سے کی تھی۔ ہر قبیلہ کے جیاؤں میں اسی قبیلہ کا سردار مقرر فرمایا۔ اور ان سرداروں کو اپنے بھائی حضرت ہارون کے ماتحت رکھا (توریت کو دیکھو)

دور حاضرہ میں جب کہ تمدن و سیاست معراج کمال کو پہنچ چکی ہے، اقوام عالم کا کھلا ہوا مطالبہ ہے کہ اجنبیوں اور غیروں کو کوئی حق حکومت کا نہیں ہے، وہ نسلی خصوصیات و قومی ضروریات کو نہیں جانتے

ہر ملک اُس ملک کے باشندوں کے لئے ہے۔ اگر یہ اصول صحیح ہے اور یہ مطالبہ حق بجانب ہے تو یہی اصول بنی ہاشم کے قبیلہ میں بھی جاری ہوگا، اور غیر قبیلہ کو حکومت و سرداری کا حق نہ ہوگا۔

نبوت و رسالت چونکہ ملک داری و جہاں بانی نہیں ہے، وہ فسطائیت و سامراج نہیں ہے، اس لئے وہ عام ہے۔ غرضکہ بنا بر قوانین مروجہ عرب بعد رسولخداؐ خلافت کے چناؤ میں انھیں کا وارث اُن کا جانشین و خلیفہ ہوگا۔ اور مثل حضرت موسیٰ جنھوں نے اپنے تمام قبائل پر اپنے بھائی حضرت ہارون کو سردار مقرر کیا تھا۔

رسولخداؐ نے بھی ویسا ہی کیا۔ بیعت رضوان میں ایک کو دوسرے کا بھائی بنایا، اور علیؑ کو اپنا ہی دینی بھائی بنائے رکھا، اور منزلت ہارونی عطا فرما کر سب کا سردار بنا دیا، اور فرما دیا علیؑ کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ لیکن میرے بعد نبی نہ ہوگا۔ دیکھو تمام اسلامی تاریخوں کو۔

چودھویں دلیل

قرآن مجید کو دیکھو بعثت نبی کی [illegible] ایک ہی غرض تھی، یعنی اخلاق انسانی کی اصلاح [illegible]۔ فتوحات کے لئے انبیا مبعوث نہ ہوئے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو [illegible] بادشاہوں کی بعثت کا کام

رہی، جملہ انبیا میں ایک بھی چنگیز و ہلاکو، بخت نصر، اخسویرس، نپولین، قیصر ولیم نہیں ہوا۔ سب کے سب روحانیت و خداپرستی کی تبلیغ کیلئے مبعوث ہوئے تھے، اور اپنی غرض بعثت کو پورا کیا۔

جن خاص نبیوں کی مثال حضرت موسیٰ، حضرت یوشع، حضرت داؤد حضرت سلیمان پیش کرسکتے ہو۔ اُن انبیاء کی جنگوں کے، باب وعلل کا پتہ خود قرآن و احادیث، و تاریخ، و توریت سے ملے گا۔ وہ تمام جنگیں فتوحات ملکی و سرمایہ داری کے لئے نہ تھیں دفاعی تھیں۔

رسولخدا نے کبھی غیر ملکوں میں فوج بھیجکر تبلیغ فرمائی تھی، عسکری نمائش، و قوت کے مظاہرے نہیں کئے تھے، ہمسایہ قوموں کے امن واماں میں خلل اندازی نہیں کی تھی۔

خود خدا نے سورۂ جمعہ میں فرمایا ہے "امی اور جاہلوں میں ایسا نبی بھیجا گیا جو ہماری نشانیاں پیش کرے، اور قوم کا تذکیہ نفس کرے اُن کو کتاب وحکمت کی باتیں سکھاوے" یہ تھی غرض بعثت رسول کی۔ خود رسولخدا نے فرمایا تھا "میں تمھارے اخلاق سدھارنے آیا ہوں"۔

لہٰذا بعد رسولؐ خدا اُن کا وہی جانشین ہوگا جو نبی کی بعثت کی غرض کو پورا کرے۔ علم وحکمت کی باتیں سکھاوے۔ ہمدرد قوم وملت ہو، امن واماں کی زندگی بسر کرنا سکھاوے۔

جنگجوئی، خونریزی، جس کو عمر اپنا طرۂ امتیاز بنائے ہوئے

تھے، ان کو امن و آشتی سکھادے۔

اب بتاؤ بعد رسول خدا ان کی اولاد سے علمی و عملی تعلیم سے یہ غرض پوری ہوئی یا ان خلافتوں سے جنہوں نے عرب کی غیر منظم جنگجوئی و وحشت گری، اور امن سوزی کی منظم بنا کر تعلیم دی اور غیر اقوام و ہمسایہ اقوام کے امن و امان کو جلا کر خاکستر کر دیا، اور روحانیت و تبلیغ و تزکیہ نفس و علم و حکمت کی تعلیم کو خاک سیاہ کر دیا۔

پندرھویں دلیل

اجماع و شوریٰ و غلبہ کو روحانیت و اخلاق و خواص مذہبیت میں کوئی دخل نہیں ہے۔ جس کو خلافت کے لئے ضروری سمجھا گیا ہے مذکورہ چیزیں ملوکیت و سرمایہ داری کے لئے ہیں۔ جس کے لئے نہ کوئی نبی آیا نہ کتاب خدا آئی۔ روحانی پیشوائی کا وہی اہل ہے، جو روحانیت علم و حکمت و پرہیزگاری میں افضل خلائق ہو۔

مذہبی راہنمائی ہمیشہ مذہبی ہاتھوں میں ہونا چاہئے۔ تاریخ و سیرت اس کا صحیح فیصلہ کر سکتی ہے عقل و حدیث و قرآن اس کے حکم ہیں، جس کے حق میں بھی فیصلہ کر دیں بس وہی خلیفہ برحق ہے۔

سولھویں دلیل

اگر مذہب میں جمہوریت ہوگی تو وہ عوام کا مذہب ہوگا۔ خدائی مذہب کہلانے کا ہرگز مستحق نہیں ہے۔ عوام و جمہور کے نظریات ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ ماحول کے اثر جغرافی تغیر تعلیم کی نوعیت بدلنے سے بدل جاتے ہیں۔

سائیکالوجی کا یہ مسلمہ مسئلہ ہے، اور تاریخ کا ناقابل تردید واقعہ ہے، جس وقت اور جس موقع پر عوام کا نظریہ بدلا اسی اعتقاد و نظریہ کے ماتحت عوام ہمیشہ اپنا پیشوا اور پریسیڈنٹ بناتے رہے ہیں۔ ہمیشہ سوسائٹی کا اُن نظریوں پر اتفاق و اجماع ہوتا ہے، جن کا اُن کو اعتقاد ہے۔

عالم بھر کی جمہوریتیں اور اُن کے انتخابات کو دیکھ لو، پبلک رجحان اپنے ہی جذبات و معتقدات و احکام کے ماتحت ہوتا ہے۔ مذہب میں اگر جمہوریت و اجماع و انتخاب کی گنجائش ہوگی تو وہ بھی اس طبعی و فطری قانون سے علیحدہ نہیں ہوسکتی۔

خود فیصلہ کرلو کہ یہ مذہبی دنیا میں کب کارآمد ہے۔ ایسا مذہب عوام کا مذہب ہوا، خدائی مذہب ہرگز نہیں کہا جاسکتا۔

سترھویں دلیل

خلافت کے لئے اجماع کو دلیل قرار دینا بالکل بے اساس شئے ہے (دیکھو ہماری کتاب جمہوریت و اسلام)۔ اجماع سے مراد کسی شئے پر جماعت کثیرکا اتفاق کرنا ہے۔

یہ کوئی مذہبی دلیل اس لئے نہیں ہے، کہ اکثر و بیشتر خلاف حق پر اجماع و اتفاق ہو جاتا ہے۔ اسی لئے اجماع سے گھبرا کر خود اجماع سازوں کو کہنا پڑا ہے، دیکھو اقوال اکابر و اعیان صحابہ و ائمہ اہلسنت جو بطور اختصار حسب ذیل ہیں۔

حضرت علیؑ کا قول

ابن کواسے فرمایا "جماعت سے مراد اہل حق کا جمع ہونا ہے، خواہ اُن کی تعداد کم ہو اور فرقہ بندی سے مراد اہل باطل کا جمع ہونا ہے۔ خواہ کتنی ہی اُنکی اکثریت ہو (دائرۃ المعارف جلد ۱ ص ۱۶۹)

عبداللہ بن مسعود کا قول

عمر بن میمون سے فرمایا "جماعت کے اکثر وہ افراد ہیں جو جماعت سے الگ ہو گئے ہیں، جماعت وہی ہے جو حق کے مطابق ہو۔ خواہ تم اکیلے ہی کیوں نہ ہو۔

دوسری روایت میں ہے کہ "تم پر افسوس ہے اکثر آدمی

جماعت سے علیحدہ ہو گئے، اور جماعت تو وہی ہے جو خدا کی اطاعت کے بموجب ہو۔ (اغاثۃ اللہفان صفحہ ۲۹ الباعث صفحہ ۱۲)

سفیان ثوری کا قول | اگر ایک عالم ربانی پہاڑ کی چوٹی پر تنہا رہ جائے تو اسی پر جماعت کا اطلاق ہوگا۔ ملا علی قاری نے اس کی شرح میں کہا ہے کہ جس چیز سے جماعت قائم ہوتی ہے۔ (یعنی علم فقہ) چونکہ فقیہ کے پاس وہ چیز ہوتی ہے اس لئے وہی جماعت ہے (شرح فقہ اکبر صفحہ ۱)

امام ابو حنیفہ کا قول | معیار عدل میں تعداد کا کچھ لحاظ نہیں ہے کیونکہ تنہا جو تو فیق دیجاتی ہے ایک شخص کو وہ ایک جم غفیر کو نہیں دی جاتی۔ (فتاوائے عالمگیری جلد ۲۔ باب ۲ صفحہ ۲۱۶)

امام نعیم بن حماد کا قول | جب جماعت بگڑ جاوے تو جماعت سے پہلی حالت پر ہو، اگرچہ تم تنہا ہی رہ جاؤ۔ ایسی حالت میں تم ہی درحقیقت جماعت ہو گے — (اغاثۃ اللہفان صفحہ ۲۹)

امام ابہری کا قول | سنت کو ترک کرنا، اور بدعت کی پیروی میں جماعت کی پیروی کرنا درحقیقت جماعت سے علیحدگی ہے (مرقات شرح مشکوۃ جلد ۱ صفحہ ۲۱)

امام ابو شامہ کا قول | شریعت میں جہاں کہیں جماعت کی

پیروی کا حکم ہے۔ ہر مقام پر اُس سے یہ مراد ہے کہ حق کی پیروی کے ساتھ ہو خواہ حق پر چلنے والے تھوڑے ہی ہوں، اور مخالفین کی تعداد بہت زیادہ ہو (البلاغت ص۱۲۰)

مذکورہ اقوال سے معلوم ہو گیا کہ اجماع کوئی شئے نہیں ہے تمام عالم کا حق کے خلاف اجماع و اتحاد خلاف قرآن و سنت و عقل کوئی اثر نہیں رکھتا، اور حق نہیں مٹ سکتا۔

بعد رسول خدا فاطمۃ زہرا، علی مرتضیٰ، حسن مجتبیٰ، امام حسینؑ اور جملہ بنی ہاشم، اور جناب عمار صحابی، جناب سلمان صحابی، جناب ابو ذر صحابی، جناب مقداد صحابی، جناب جابر صحابی وغیرہ وغیرہ

ایسے ایسے بزرگ صحابیوں کا اجماع سقیفہ سے علیحدہ رہنا اور خلافت جناب ابوبکر کو تسلیم نہ کرنا، خلافتی درباروں جمل وصفین، کے میدانوں، کربلا و کوفہ کے مقاموں پر حضرت امیر و حضرت امام حسن و حضرت امام حسین علیہم السلام کی تقریریں بتاتی ہیں کہ حضرات مذکورین نے مرتے دم تک اس اجماع خلافتی پر اعتنا بھی نہ کی۔

اسلام کا دعویٰ کرنے والے کب جرأت کر سکتے ہیں کہ مذکورین کو ناحق کوشش کہیں، اور اگر کوئی گستاخ اس کی جرأت بھی کرے تو ایک دوسرے بڑے جرم کا مرتکب ہوگا۔ یعنی ایسے ناحق کوشش (نعوذ باللہ) کو چوتھا خلیفہ کیوں بنایا۔ اگر ناحق کوشی پر بھی خلیفہ بنایا جا سکتا ہے تو پچھلی خلافتوں کا بھی اسی پر قیاس ہوگا۔

لہذا اجماع خلافت حقہ کو نہیں مٹا سکتا۔

اٹھارھویں دلیل

اگر یہ مسلم و ناقابل انکار ہے کہ بچوں کی تعلیم کا سلسلہ ماں کی گود سے شروع ہوتا ہے، تو اقرار کرنا ہوگا کہ علی مرتضیٰ، حسن مجتبیٰ، اور امام حسینؑ کے علاوہ کوئی فرد عالم میں ایسی نہ تھی جس کی تعلیم کا سلسلہ گہوارے سے لے کر وفات رسولؐ تک آغوش رسولؐ میں ہوئی ہو، اور جن ذاتوں نے آنکھ کھول کر رسولؐ کی سیرت و عادات کے مطالعہ کا موقع ملا ہو

پیغمبر رسولؐ ایسا مربی و معلّم جو اپنے بھائی، داماد اور نواسوں پر ایسا شفیق و مہربان ہو جس کی نظیر نہ ہو وہ کب تربیت و تعلیم میں کوئی دقیقہ اٹھا رکھ سکتا ہے۔

اسی لئے تو رسولخداؐ نے فرمایا ہے "میں شہر علم ہوں علی اُس کا دروازہ ہیں"۔ کبھی فرمایا "میرا کل علم علیؑ کے پاس ہے"۔

امام حسین علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے: "اُن کا علم میرا علم ہے"۔ لہذا اقرار کرنا ہوگا کہ یہ تینوں مقدس ہستیاں سیرت و علم رسولخداؐ کا نمونہ تھیں۔

اس کے بعد یہ بھی ماننا پڑے گا کہ بعد رسولخداؐ خلافت و امامت

کے بھی یہی مستحق ہوں گے، اور تمام امت سے یہ افضل ہوں گے
یہ وہ چند دلیلیں تھیں جن سے شیعہ خلافت و امامت کو منحصر علی و آل علی میں سمجھتے ہیں۔

شیعوں کو عام مسلمانوں سے کوئی سروکار نہیں ہے، وہ ان اصول کو مانیں یا نہ مانیں۔ نہ ہم کو کسی سے مناظرہ مقصود ہے، چونکہ شیعوں کی زندگی کا ہر شعبہ امامت پر منحصر ہے، اور انھیں اماموں کے اقوال و افعال جو صحیح ترجمان رسولخدا کے ہیں شیعوں کے ہر عمل کو اماموں کے اقوال و اعمال سے تلاش کرنا چاہیے
محض اس لئے ہم نے بطور اختصار چند دلیلیں پیش کی ہیں تاکہ غیر اقوام کو شیعہ نقطۂ نظر معلوم ہو۔

بعض سادہ لوح کہتے ہیں کہ تیرہ سو سال کے قصہ کو زندہ رکھنا بے سود ہے، لیکن ہم اُن سے کہتے ہیں کہ خدا ازلی، ابدی، سرمدی ہے،

لہذا الملحدین مطالبہ کر سکتے ہیں کہ ازلی و قدیم خدا کے اثبات اور اس کے ماننے کے قصہ کو اب تہ کر دو تاکہ بحث و مباحثہ کا اب خاتمہ ہو، لیکن جب ان مباحث کو اس نظر سے دیکھا جاوے کہ یہی تو اساس ہر شعبہ زندگی کا ہیں تو کیونکر وہ ترک ہو سکتے ہیں۔ البتہ بحث و مباحثہ جنگ و جدل و دل آزاری ختم کر دینے والی چیز ہے" لکھم دینکم ولی دین: پر ہر ایک کو عمل چاہیے۔ ۸ رستمبر ۱۹۴۸ء